بیرون ممالک سے آمدہ گوشت کا شرعی حکم

مولانا عبدالرحمن وحید

متخصص جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

باہر ممالک سے آمدہ گوشت کے متعلق ایک سوالنامہ!

جناب مفتی صاحب! یہاں بہت سے حضرات کو ایک مسئلہ درپیش ہے، امید ہے جواب سے سرفراز فرمائیں گے، وہ یہ کہ ہمارے ملک پاکستان کے بڑے بڑے ہوٹلوں میں جو گوشت کھانے کے لئے مہیا کیا جاتا ہے وہ اکثر بیرون ممالک جیسے ساؤتھ افریقہ، فرانس اور اسٹریلیا سے لایا جاتا ہے اور سعودی عرب میں جو گوشت بکتا ہے، خاص طور پر ایام حج میں وہ کچھ تو بیرون ممالک سے آتا ہے، کیونکہ عازمین حج وعمرہ کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق گوشت مہیا کرنے کے لئے اتنے جانور وہاں موجود نہیں، اور کچھ جانور سعودی عرب میں ہی ذبح ہوتے ہیں، جو گوشت بیرون ممالک سے درآمد کرتے ہیں یا ہمارے ہوٹلوں میں جو گوشت آتا ہے، اس کے بارے میں بعض مسلمان مندرجہ ذیل خدشات کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ چند طرح کا ہوتا ہے:

۱:۔ یا تو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں۔

۲:۔ چھری پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہوتی ہے اور جانور ذبح ہوتا ہے۔

۳:۔ ذبح کرنے سے پہلے بیہوش کرنے کے لئے یا تو کرنٹ دیتے ہیں یا پستول چلاتے ہیں یا کاربن ڈائی اکسائیڈ گیس استعمال کرتے ہیں۔

۴:۔ مشین سے ذبح کرتے ہیں جس میں بسا اوقات رگیں بھی نہیں کٹتیں۔

۵:۔ اوران بیرون ممالک کے اہل کتاب ذبح کرتے ہیں، اگرچہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے مگر وہ برائے نام ہیں۔ اور سعودی عرب میں جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں اس میں جب مرغی کو ذبح کیا جاتا ہے، تو فوراً ہی ٹھنڈا کئے بغیر گرم پانی میں ڈال لیتے ہیں تاکہ پَر اتر جائیں اور بعض اوقات مذبح خانے میں جانور ذبح ہوتے ہیں ابھی ٹھنڈا بھی نہیں ہوا، بعض مرتبہ تو رگیں بھی نہیں کٹتیں اور دوسرا جانور اس پر گرا کر کاٹ لیتے ہیں اور انہی مذبح خانوں میں جو جانور ذبح ہوتے ہیں، خاص طور پر ایام حج میں تو وہ گوشت دوسرے ممالک جیسے پاکستان وافغانستان کے مسکینوں، غریبوں اور مہاجرین کی مالی معاونت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

۱:۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ جن ہوٹلوں کے بارے میں ہمیں یقین یا ظن غالب ہے کہ وہ گوشت بیرون ممالک سے درآمد کرتے ہیں تو کیا ان ہوٹلوں کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲:۔ سعودی عرب میں جتنے بھی ہوٹل ہیں، سب مسلمانوں کے ہیں، اب ہمیں پتہ نہیں کہ گوشت مذکورہ اقسام میں سے کس قسم کا ہے، کیا

ایسے ہوٹلوں میں ہم کھانا کھا سکتے ہیں؟

۳:۔ پاکستان وافغانستان کے غریبوں اور مستحقین کو سعودی عرب سے اس سپلائی شدہ گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا۔

۴:۔ کیا موجودہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

۵:۔ کیا مرغی کو ذبح کرنے کے بعد فوراً ہی ٹھنڈا کئے بغیر گرم پانی میں ڈالنا تاکہ پر اُتر جائیں جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس صورت میں گوشت پر تو اثر نہیں پڑتا؟

۶:۔ مشینی ذبیحہ کیسا ہے جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ تفصیلی جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

بینوا توجروا. المستفتی نصیب الرحمن کوئٹوی

الجواب باسمہٖ تعالیٰ :

واضح رہے کہ ''شریعت اسلامیہ'' ، ''ذبح'' کے بارے میں خاص طریقے اور اصول مقرر کرنے میں دوسری تمام شریعتوں سے بالکل ممتاز ہے، لہٰذا ''جانوروں کے ذبح'' کا معاملہ ایسے معمولی امور میں سے نہیں ہے کہ انسان اپنی ضرورت اور مصلحت کے مطابق اپنی آسانی کے لئے جس طرح چاہے انجام دے اور وہ کسی اصول اور احکام کا پابند نہ ہو، بلکہ یہ معاملہ ان ''امور تعبدیہ'' میں سے ہے جن کے بارے میں قرآن وحدیث میں بیان کردہ احکام کی پابندی ایک مسلمان کے لئے لازم ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

۱:۔ '' من صلی صلاتنا و استقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذى له ذمة الله ورسوله '' .

(صحیح البخاری رقم : ۳۹۱).

۲:۔ ''امرت ان أقاتل الناس حتى يقولوا : لا الٰه الا الله فاذا قالوها وصلوا صلاتنا واستقبلوا قبلتنا وذبحوا ذبيحتنا فقد حرمت علينا دماؤهم واموالهم الا بحقها...... (صحیح البخاری رقم ۳۹۲).

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جانور کے ذبح کو نماز اور استقبال قبلہ کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا ہے اور اس کو شریعت اسلامیہ کے امتیازات میں ارشاد فرمایا ہے، جس کے ذریعہ غیر مسلمان، مسلمان سے ممتاز ہوتا ہے اور یہ چیز اسلام کی ان علامات اور شعائر میں سے ہے جن کے ذریعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص مسلمان ہے اور وہ اپنا خون اور مال دوسرے مسلمانوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشروع طریقے سے حیوان کو ذبح کرنا امور تعبدیہ میں سے ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ ''مأکول اللحم '' جانور اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو شریعت کے مطابق ذبح نہ کیا جائے اور ذکاۃ شرعی کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

الف:۔ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا۔

ب:۔جن جانوروں کے ذبح کرنے پر قدرت ہے،ان کی روح جانور کے گلے کی رگوں کے کاٹنے کے نتیجہ میں نکلے۔

ج:۔ذبح کرنے والا عقلمند باشعور مسلمان یا کتابی (یعنی عیسائی یا یہودی جو اپنے مذہب سے واقف) ہو،جس جانور کے ذبح کے وقت ان تین شرائط کا خیال رکھا گیا وہ جانور حلال ہوگا،ورنہ نہیں۔

اس تمہید کے بعد اب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

ا۔وہ گوشت جو فی زمانناً مغربی ممالک مثلاً: امریکہ،جنوبی افریقہ،آسٹریلیا،برازیل وغیرہ سے مسلمان ممالک میں درآمد (امپورٹ) کیا جا رہا ہے اور مختلف ہوٹلوں میں اس قسم کا گوشت پکایا اور کھلایا جا رہا ہے،بہت سی وجوہات کی بنا پر ایسے گوشت کو استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ان میں سے بعض وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

الف:۔پہلی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ذبح کرنے والے کے مذہب کے بارے مین پتہ کرنا مشکل ہے۔کیونکہ ان ممالک میں بہت سے بت پرست،آتش پرست،دہریئے اور مادہ پرست آباد ہیں،لہٰذا یہ یقین حاصل کرنا مشکل ہے کہ جس جانور کا گوشت بازار میں فروخت ہو رہا ہے،اس کا ذبح کرنے والا اہل کتاب ہے یا نہیں؟

ب:۔دوسری وجہ یہ کہ اگر تحقیق سے یا غالب آبادی پر حکم لگانے کی وجہ سے یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ذابح کتابی ہے،پھر بھی یہ پتہ کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ شخص فی الواقع نصرانی یا یہودی ہے،یا وہ اپنے عقیدے میں خدا کا منکر اور مادہ پرست ہے،جیسا کہ آج نصرانیوں کی بہت بڑی تعداد وہ ہے جو اس کائنات کے لئے خدا کے وجود کی منکر ہے۔(العیاذ باللہ)۔لہٰذا ایسی صورت میں ذابح کا فی الواقع نصرانی نہ ہونے کا غالب امکان ہے۔

ج:۔تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ نصاری ذبح کے وقت تسمیہ نہیں پڑھتے اور جمہور اہل علم کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے تسمیہ وتکبیر بھی شرط ہے۔

بہر حال ممانعت کی مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر کسی مسلمان کے لئے مغربی ممالک سے درآمد کیا ہوا گوشت کھانا جائز نہیں۔جب تک کہ کسی معین گوشت کے بارے میں یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گوشت مشروع طریقے سے ذبح ہو کر حاصل کیا گیا ہے۔اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گوشت کے اندر اصل حرمت ہے،جب تک کہ اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے اور حضورﷺ نے اس شکار کے کھانے سے منع فرمایا کہ جس شکار میں شکاری کتے کے علاوہ دوسرا کتا بھی شامل ہو جائے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ا: عن عدی بن حاتمؓ قال: قلت یا رسول اللہ ﷺ انی ارسل کلبی اجد معہ کلباآخر ، لا ادری ایھما اخذہ ؟ فقال : لاتأکل ! فانما سمیت علی کلبک ولم تسم علی غیرہ. (صحیح البخاری کتاب الذبائح رقم ۵۴۹۶).

۲:. وعنه مرفوعاً : واذا خالط كلاباً لم یذكر اسم الله علیها فامسكن فقتلن فلا تأكل . (صحیح البخاری رقم : ۵۴۸۴).

۳:. ان وجدته غریقا فی الماء فلا تأكل فانک لاتدری الماء قتله أو سهمک . (مسلم كتاب الصید : ۹۷۳).

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی جانور میں حلت اور حرمت دونوں وجہیں پائی جاتی ہیں تو جانب حرمت کو ترجیح ہوگی، یہ احادیث بھی اس اصول پر دلالت کرتی ہیں کہ گوشت کے اندر اصل حرمت ہے، جب تک کہ یہ یقینی طور پر ثابت نہ ہوجائے کہ وہ حلال ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا وجوہ کی رو سے ایسے ہوٹلوں کا گوشت کھانا جن کے بارے میں یقین یا ظن غالب ہے کہ وہ گوشت بیرون ممالک سے درآمد کرتے ہیں، جائز نہیں۔ جب تک یقینی طور پر یہ ثابت نہ ہوجائے کہ وہ حلال ہے، یعنی حلال طریقے سے ذبح کیا گیا ہے۔

۲:۔سعودی عرب میں تمام ہوٹل کے گوشت دو حال سے خالی نہیں۔اول یہ کہ وہ گوشت بیرونی ملک سے درآمد کیا ہوا ہوتا ہے۔دوم یہ کہ وہ گوشت خود سعودی عرب کے جانوروں کا مذبوحہ ہے۔

پہلی صورت کی تفصیل اور حکم وہی ہے جو کہ سوال نمبرا کے جواب میں گذر چکی ہے۔مزید توثیق کے لئے "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء" جن کے صدر شیخ عبدالعزیز بن بازؒ تھے۔انہوں نے کچھ لوگوں کو مقرر کیا تھا کہ وہ بالمشافہ تمام بیرونی ممالک کے مذبح خانے جو سعودی عرب کو گوشت مہیا (ایکسپورٹ) کرتے ہیں، وہاں جائیں اور ان کے بارے میں تحریری رپورٹ لکھیں کہ آیا وہ اسلامی طریقے پر ذبح کرنے کے تمام شرائط واصول کے موافق ذبح کررہے یا نہیں؟

چنانچہ ان ممالک میں سے آسٹریلیا، فرانس، لندن، یونان، ڈنمارک، مغربی جرمنی وغیرہ ممالک سے رپورٹیں بھیجی گئیں، جن کا خلاصہ یہ تھا کہ: کچھ مذبح خانوں میں جا کر یہ پتہ چلا کہ اس کمپنی کا مالک ایک قادیانی تھا، جیسے آسٹریلیا کی کمپنی "الحلال الصادق" اور یہ کمپنی گائے، بکریاں اور پرندے ذبح کرنے میں اسلامی طریقہ اختیار نہیں کرتی، لہٰذا اس کمپنی کا مذبوحہ کھانا حرام ہے۔کچھ کمپنیوں کے بارے میں یہ پتہ نہیں چلا کہ کمپنی کا مالک مسلمان ہے یا کتابی ہے یا بت پرست ہے یا ملحد ہے؟ جیسے فرانس کی کمپنی برئسا (Brisa)۔اسی طرح لندن میں ذبح کے طریقہ کار کے بارے میں یہ رپورٹ آئی کہ وہاں پر ذبح کرنے والے دین سے منحرف نوجوان، بت پرست اور دھریئے ہیں۔ذبح کا طریقہ کار یہ ہے کہ مرغی کو ایک مشین میں ڈالا جاتا ہے، جب وہ مشین سے باہر نکلتی ہے تو وہ مردہ حالت میں ہوتی اور تمام پر اکھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کا سر کٹا ہوا نہیں ہوتا، بلکہ اس کی گردن پر ذبح کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔خود مذبح کے انگریز مالک نے بھی ان باتوں کا اقرار کیا۔

الغرض یہ کہ اکثر بیرونی مذبح خانوں پر ایسی رپورٹیں تحریر کی گئی تھیں جن کی بناء پر ان کمپنیوں کے گوشت کے بارے میں "هيئة كبار العلماء" نے حرمت کا فتویٰ جاری کردیا۔اور بالآخر یہ بھی فیصلہ کردیا کہ جن گوشت کے پاکٹوں پر یہ تحریر لکھی ہے کہ "برآمد شدہ گوشت حلال ہے"۔یہ تحریر اس گوشت کی حلت کے لئے کافی نہیں ہے۔

لہٰذا ایسے گوشت کو نہ کھایا جائے۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے(احکام الذبائح للشیخ محمد تقی عثمانی حفظ الله).

جہاں تک دوسری صورت کی بات ہے یعنی سعودی عرب میں مذبوحہ جانوروں کے بارے میں حکم،تو چونکہ سعودی عرب مسلمانوں کا ملک ہے اور وہاں کے تمام ہوٹل تقریباً مسلمانوں ہی کے ہیں۔

لہٰذا ایسے ملک میں جو گوشت ذبح اور فروخت کیا جارہا ہے اس کا کھانا حلال ہے۔اگر چہ ہم نے ذبح ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ ذبح کرنے والے نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی یا نہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ملک یا شہر میں جو چیز فروخت ہوگی اس کے بارے میں یہی حسن ظن رکھا جائے گا کہ یہ گوشت احکام شریعت کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔کیونکہ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"ان قوماً قالوا للنبی ﷺ ان قوما یأتو ننا بلحم لا ندری اذکر اسم الله ام لا ؟

فقال : سموا علیه انتم و کلوه .قالت عائشةؓ و کانوا حدیثی عهد بالکفر . (صحیح البخاری رقم :۵۵۰۷).

اس کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

قال ابن التیمیه: واما تسمیة علی ذبح تولاه غیر هم من غیر علمهم فلا تکلیف علیهم فیه وانما یحمل علی غیر الصحة اذا تبین خلا فها ویحتمل ان یرید ان تسمیتکم الآ ن تستبیحون بها اکل مالم تعلموا اذکر اسم الله علیه ام لا اذا کان الذابح ممن تصح ذبیحته اذا سمی"

ویستفاد منه ان ما یو جد فی اسواق المسلمین محمول علی الصحة وکذا ما ذبحه اعراب المسلمین لا ن الغالب انهم عرفوا التسمیة وبهذا الأخیر جزم ابن عبدالبر ". (فتح الباری ص:۶۳۵،۶۳۶).

پھر حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا کہ ان کا زمانہ کفر سے قریب تھا، یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اندیشہ یہ ہے کہ لوگ ذبح کے وقت تسمیہ کے بارے میں صحیح علم ہی نہ رکھتے ہوں، لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے ان کے ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانے کی اجازت دیدی، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان اگر چہ جاہل ہو پھر بھی حتی الامکان اس کے عمل کو صحت پر محمول کیا جائے گا، جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس نے یہ عمل غلط طریقے پر کیا ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ ایک اور صورت بھی عام ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ زندہ جانوروں کو جیسے مرغیوں کو مسلمان ممالک سعودی عرب، کویت وغیرہ میں امپورٹ کیا جاتا ہے اور ان کو وہاں ہی ذبح کیا جاتا ہے، چنانچہ اس تیسری صورت کا حکم اور تفصیل وہی ہے جو سوال نمبر۲ کے جواب میں دوسری صورت کی ہے، یعنی ایسے گوشت کا کھانا حلال ہے۔

خلاصہ یہ کہ پہلی صورت میں یعنی سعودی عرب میں بیرونی ممالک سے درآمد شدہ گوشت کو عام حالات اور مشاہدات وواضح قرائن کی بناء

پر حرام ہی سمجھا جائے گا، جب تک اس کے خلاف کوئی ایسی یقینی دلیل حاصل نہ ہو جائے جو اس کی حلت کو ثابت کرے۔
دوسری اور تیسری صورت میں گوشت کو حلال ہی قرار دیا جائے گا، جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی دلیل حاصل نہ ہو جائے جو اس کی حرمت کو ثابت کرے۔

۳۔ ہمیں ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ہر ایک کے لائے ہوئے گوشت کے بارے میں ذبح کے طریقے پر تحقیق اور تفتیش کرنا واجب نہیں، جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ اس نے غیر مشروع طریقے پر ذبح کیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ گوشت کا کھانا حلال ہے، اس کی تحقیق سوال نمبر۲ کے جواب میں گذر چکی ہے۔

۴۔ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے، بشرطیکہ وہ ذبح کرتے وقت ان تمام شروط کی رعایت کریں جو قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

"طعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم". (المائده: ۵).

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"قال ابن عباس وابو امامة ومجاهد وسعيد بن جبير وعكرمه وعطاء والحسن ومكحول وابراهيم النخعي والسدى ومقاتل بن حيان: يعني ذبائحهم حلال للمسلمين لأنهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم الا اسم الله وان اعتقدوا فيه تعالىٰ ماهو منزه عنه تعالىٰ وتقدس. (۱۹/۲ ط: لاهور).

شریعت اسلامیہ نے ذبح اور نکاح کے معاملے میں اہل کتاب کو دوسرے تمام کفار سے جدا رکھا ہے، اس لئے کہ ذبح اور نکاح کے احکام میں اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان اصلاً مماثلت پائی جاتی ہے، چنانچہ نکاح و ذبح کے اندر وہ لوگ اصلاً ان تمام شرائط کا خیال رکھتے ہیں جو اسلام نے مسلمانوں پر فرض کی ہیں۔ اور ذبح کے احکام اب تک ان کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں، باوجود یکہ ان کے اندر بہت سی تحریفات ہو چکی ہیں، ان کی بعض عبارتیں ذبح کے احکام کے بارے میں مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہیں:

اللاويين (كتاب الاحبار) ۷/۲۴. الاستثناء ۱۲/۲۷. ۲۸. اعمال ۱۵/۲۸. كور نثوس ۱۰/۲۰. ۲۱.

پھر اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا حکم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ذبح کرنے والا یہود و نصاری کے دین پر قائم ہو اور اپنے مذہب کے بنیادی عقائد پر کاربند ہو، اگر چہ وہ بنیادی عقائد اسلام کے خلاف ہیں مثلاً "تثلیث" کا عقیدہ "کفارہ" کا عقیدہ تحریف شدہ تورات اور انجیل پر ایمان وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت اگر چہ وہ مذکورہ بالا باطل عقائد رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل کتاب کا لقب دیا اور قرآن کریم میں ان کے باطل عقائد کی تصریح بھی فرمائی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"وقالت النصارى المسيح ابن الله". (توبه: ۳۰).

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

" لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلثة ". (مائده : ۷۲).

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

" قالت اليهود عزير ابن الله " .(التوبه: ۳۰).

چنانچہ امام بصاصؒ فرماتے ہیں:

" روى ابن عبادة بن نسى عن غضيف بن الحارث ان عاملاً لعمر بن الخطابؓ كتب اليه ان ناساً من السامرة يقرؤن التورة ويسبتون السبت، ولا يؤمنون بالبعث فما ترى؟ فكتب اليه عمرؓ انهم طائفة من اهل الكتاب". (احكام القرآن ۲/۳۲۳).

لیکن کسی شخص کے اہل کتاب میں سے ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ اس کا نام نصاری یا یہود کی طرح ہو، اور نہ یہ کافی ہے کہ سرکاری مردم شماری کے وقت اس کا نام نصاری یا یہود کی فہرست میں لکھا جاتا ہو، بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کے عقائد بھی اہل کتاب جیسے ہوں۔

آج ہمارے دور میں خاص طور پر مغربی ممالک میں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے جن کے نام تو نصاری یا یہود کے نام کی طرح ہیں، لیکن حقیقت میں وہ دہریئے اور مادہ پرست ہیں اور اس کائنات کے پیدا کرنے والے پر بھی ان کا ایمان نہیں ہوتا، اس قسم کے لوگ نصاری اور یہود میں سے نہیں ہیں، لہٰذا ان کو اہل کتاب میں سے شمار کرنا درست نہیں اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ (المأخوذ من جواهر الفقه).

چنانچہ نصاری بنی تغلب کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایسا ہی حکم مروی ہے۔ امام بصاصؒ فرماتے ہیں:

"روى محمد بن سيرين عن عبيدة قال سالت علياً عن ذبائح نصارى العرب فقال لاتحل ذبائحهم فانهم لم يتعلقوا من دينهم بشئى الا بشرب الخمر . (احكام القرآن ۲/۳۲۳).

خلاصہ یہ کہ جن نصرانیوں یا یہودیوں کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ خدا کے وجود کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی ہی نہیں مانتے، وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں، لیکن اگر وہ اپنے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں، اور جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام نہیں لیتے تو ان کا ذبیحہ کھانے کی شرعاً گنجائش ہے۔ تاہم اگر مسلمان کا ذبیحہ میسر ہو تو وہ بہر حال مقدم ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

"والأولىٰ ان لايأكل ذبيحتهم ولا تتزوج منهم الا للضرورة ". كتاب الذبائح ۶/۲۹۷).

۵۔ اول تو یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ اگر مرغی کی رگیں کٹے بغیر اسے گرم پانی میں ڈالا جائے اور گرم پانی میں ڈالنے کی وجہ سے وہ

مرجائے تو ایسی صورت میں اس مرغی کا گوشت حرام ہے (لیکن یہ صورت بہت ہی ناپید ہوتی ہے)۔
اگر مرغی کی رگیں پوری طور سے کٹنے کے بعد اسے گرم پانی میں ڈالا جائے جس کی حرارت درجہ غلیان (BOILING TEMPRATURE) تک پہنچ گئی ہو، تو ایسی صورت میں چونکہ بعض مرتبہ پانی میں جوش دینے کی وجہ سے جانور کی نجاستیں گوشت کے اندر سرایت کر جاتی ہے، فقہاء کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کا جانور بھی حلال نہیں ہوتا، چنانچہ درمختار میں ہے:
وکذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها"۔
مندرجہ بالا عبارت کے تحت علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:
"قال في الفتح :انها لاتطهر ابداً لكن على قول ابي يوسف تطهر والعلة: والله اعلم . تشربها النجاسة بواسطة الغيلان ......الخ ۱/۳۳۴)۔
لیکن اگر پانی مذکورہ حد تک کھولتا ہوا نہ ہو، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر سو درجہ حرارت سے کافی کم ہوتا ہے، دوسری بات یہ کہ اس مرغی کو گرم پانی میں اتنی دیر نہ رکھا جائے جتنی مدت میں نجاست گوشت میں سرایت کرنے کے لئے کافی ہوسکتی ہے، تو اس مرغی کے استعمال میں گنجائش ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ نے مذکورہ بالا مسئلہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:
"وعليه اشتهر ان اللحم السميط بمصر نجس لكن العلة المذكورة لاتثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زماناً يقع فى مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل منهما غير متحقق في السميط حيث لايصل الى حد الغيلان ويترك فيه الامقدار ماتصل الحرارة الى ظاهر الجلدلتنحل مسمام الصوف ، بل لوترك يمنع انقلاع الشعر ...... الخ . (شامي ۱/۳۳۴، سعيد)۔
ہمارے اپنے بعض ذاتی مشاہدوں اور تجربوں سے بھی ذبح کے بعد مرغی کو گرم پانی میں ڈالنے کی مذکورہ صورت کا یہ اندازہ ہوا ہے کہ مذکورہ طریقہ میں گرم پانی کا درجہ حرارت اتنا معمولی ہوتا ہے کہ اس پانی میں ہاتھ ڈالا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے معمولی درجہ حرارت والے گرم پانی میں معمولی وقت کے لئے شرعی طریقے پر ذبح شدہ مرغی کو ڈالنے پر ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگے گا، یعنی ایسی مرغی کا گوشت کھانا جائز ہے۔
۶۔ مشینی ذبیحہ سے متعلق مسئلہ پر اس سے قبل بہت تفصیل سے لکھا جاچکا ہے خصوصیت کے ساتھ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی محمود صاحبؒ اور مفتی رشید احمد صاحبؒ اور دیگر مفتیان کرام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا فقہی جائزہ اپنے اپنے انداز میں پیش فرمایا ہے۔ مختصراً یہ ملحوظ رہے کہ "مشینی ذبیحہ" میں دو الگ الگ بحثیں ہیں:
۱۔ مرغی کا مشینی ذبیحہ، ۲۔ چوپائے یعنی گائے، بکری وغیرہ کا مشینی ذبیحہ ان دونوں کی تفصیل جدا ہے۔
یہ بات تمہید میں گذر چکی ہے کہ "ذکاۃ شرعی" کی تین شرائط ہیں: جن میں سے اگر ایک شرط کو بھی چھوڑا جائے تو جانور کا گوشت حرام ہوگا

اور ''ذکاۃ شرعی'' نہیں ہوگی۔ چنانچہ مرغی کے ذبح کے لئے'' مروجہ مشینری ذبیحہ'' میں پہلی شرط'' ذکاۃ شرعی'' کی یعنی ہر جانور کو ذبح کرتے وقت تسمیہ پڑھنا ذابح پر لازم ہے، حتیٰ کہ اگر ایک شخص تسمیہ پڑھے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو یہ صورت جائز نہیں۔ اور فقہاء کرام کا اجماع اس بات پر ہے کہ عمداً تسمیہ چھوڑنا گوشت کو حرام کر دیتا ہے۔ اور بعینہ مروجہ مشینی ذبح میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی ذابح کے تسمیہ کے اور ذبح کے دوران کافی وقفہ پایا جاتا ہے، جس کے بارے میں فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ تسمیہ معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

''واما الشرط الذی یرجع الی محل الذکاة فمنها تعیین المحل بالتسمیة فی الذکاة الاختیاریة ، وعلی ھذا یخرج ما اذا ذبح وسمی ثم ذبح اخری، یظن ان الستمیة الأولیٰ تجری عنھما لم تؤکل فلا بد أن یجد د لکلِ ذبیحة تسمیة علی حدة (کتاب الذبائح باب الاول ۲۸۶/۵).

وفیہ ایضاً : ولو أضجع شاة وأخذ السکین وسمی ثم ترکھا وذبح شاة اخریٰ وترک التسمیة عامداً علیھا لاتحل . (۲۸۶/۵). وفیہ ایضاً: واذا أضجع شاة لیذبح وسمی علیھا ثم کلم انساناً أو شرب ماء أو حدد سکیناً أوما اشبہ ذلک من عمل لم یکثر ، حلت بتلک الستمیة وان اطال الحدیث وکثر العمل کرہ أکلھا ولیس فی ذلک تقدیر ، بل ینظر فیہ الی العادة، ان استکثرہ الناس فی العادة یکون کثیراً، وان کان یعد قلیلاً فھو قلیل......الخ (۲۸۸/۵).

مندرجہ بالا فقہی عبارات اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ جمہور ائمہ کے نزدیک تسمیہ کا متعین جانور پر ہونا، اور ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا، اور تسمیہ اور ذبح کے درمیان معتد بہ فاصلہ نہ ہونا جانور کے گوشت کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے۔ یہ تمام شرائط مروجہ مشینی ذبیحہ میں پائی جاتیں۔

خلاصہ یہ کہ ذکاۃ شرعی کے شرائط کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے مروجہ مشینی ذبیحہ شرعی ذبیحہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا گوشت حرام ہے۔

البتہ اگر مشینی ذبیحہ کے لئے جو مشین (MACHINE) میں آٹومیٹک (AUTOMATIC) چھری لگی ہوئی ہوتی ہے، اگر اس کو ہٹا دیا جائے اور اس جگہ پر چار مسلمان کھڑے کر دیئے جائیں اور جب لٹکی ہوئی مرغیاں ان کے پاس سے گزریں تو باری باری ایک ایک شخص ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' پڑھتے ہوئے مرغیوں کو ذبح کرتا رہے، تو اس صورت میں ذکاۃ شرعی کی تینوں شرائط پائی جائیں گی جس کی بناء پر وہ گوشت حلال ہوگا۔ نیز یہ طریقہ دنیا کے بعض مذبح خانوں میں استعمال کیا جا رہا ہے جیسے جزیرہ ری یونین (REUNION) اور جنوبی افریقہ میں مستعمل ہے۔

جہاں تک چوپائے یعنی گائے اور بکری جیسے بڑی جانوروں کے مشین سے ذبح کا تعلق ہے تو اس صورت میں جانور کو ذبح کرنے سے پہلے مختلف طریقوں سے جانور کو بے ہوش کیا جاتا ہے، تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو، اور ان کی نظر میں ذبح کے وقت جانور کی بے ہوشی کا یہ عمل

جانور کو راحت پہنچانے کے لئے اور اس کی تکلیف کو کم کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، حالانکہ دراصل بزعم خویش جانوروں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کے نام سے درحقیقت ظلم اور زیادتی ہے، کیونکہ کسی طریقے سے یا کسی آلہ کے ذریعہ سے بے ہوش کرنا یہ جانور ذبح سے پہلے تکلیف میں مبتلا کرنا ہے، جب کہ شریعت نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور جانور کو قبل از ذبح بلاوجہ جسمانی اور روحانی تکلیف پہنچانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے: ''وکرہ کل تعذیب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أی تسکن عن الاضطراب وهو تفسیر باللازم کما لا یخفی''. (۲۹۶/۶، سعید).

حدیث شریف میں ہے:

''ان اللہ تعالیٰ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فأحسنوا القتلة واذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ولیحد أحدکم شفرته فلیرح ذبیحته''. (صحیح مسلم ۱۵۲/۲).

ایسے جانور کے گوشت کا حکم یہ ہے کہ جس صورت میں بے ہوشی کے بعد جانور کی حیات یقینی ہو، تو اس صورت میں مذبوحہ جانور حلال ہوگا، ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

''ذبح شاة مریضة فتحرکت أو خرج الدم حلت والا لا، ان لم تدر حیاته عند الذبح، وان علم حیاته حلت مطلقاً وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وهذا یتأتی فی منخنقة ومتردیة ونطیحة والتی فقر الذئب بطنها فذکاة هذه الأشیاء تحلل، وان کانت حیاتها خفیفة وعلیه الفتویٰ؟ لقوله تعالیٰ ''الا ما ذکیتم'' من غیر فصل''. (۳۰۸/۶).

پس جن صورتوں میں بے ہوشی کی وجہ سے علامات حیات موجود نہ ہوں، تو ایسی صورتوں میں ذبح کر کے استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ چوپائے کے لئے جو ''مروجہ مشینی ذبیحہ'' ہے اس میں ذکاۃ شرعی کی دوسری شرط یعنی جانور کی رگیں کاٹنے سے موت واقع ہوئی ہو اس شرط کے نہ پائے جانے کا بہت سے جانوروں میں قوی اندیشہ ہے، جس کی وجہ سے یہ مشینی ذبیحہ، شرعی ذبیحہ نہیں ہوا۔ اور اگر بالفرض جانوروں کے بے ہوش ہونے کے بعد ان میں حیات ہوتی ہے اور پھر تسمیہ پڑھتے ہوئے ان کو ذبح کیا جاتا ہے، اس صورت میں بھی شریعت کے بتائے ہوئے ذبح کے شرعی آداب واحکام کے مطابق ذبیحہ نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے وہ کراہت سے خالی کسی طور پر بھی نہیں۔ چنانچہ اس قسم کے ذبیحہ کے نتیجہ میں حاصل شدہ گوشت کھانے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبه
(مفتی) محمد عبدالمجید دین پوری	رفیق احمد	عبدالرحمن وحید
		متخصص جامعه علوم اسلامیه
		علامه بنوری ٹاؤن کراچی

☆☆☆☆☆